OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v3.02(22)u5.59-73

عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین سماجی اختلاف کا تحقیقی مطالعہ

A research study of the social differences between the Companions in the time of the Prophet

Hafiz Fiaz Rasool
Ph.D Research Scholar, Department of Islamic Studies, Gujrat University, Gujrat.

Dr. Syed Hamid Farooque Bukhari
Lecturer, Department of Islamic Studies, Gujrat University, Gujrat.

Received on: 14-04-2022 Accepted on: 16-05-2022

Abstract

The basis of Islamic law in the Prophet's time was the revelation of God in the form of the Qur'an and Sunnah. All the rules of Islamic law were not revealed at once, but according to necessity and expediency. The mission of the Holy Prophet (sws) also included explaining the rules of God to the people. When a Companion had a problem, he would come to the Holy Prophet (sws) and ask for an explanation. The Holy Prophet (sws) would explain the problem and guide the Companions in difficult times. The truth would be clear to them and their problems would be solved. But sometimes it used to happen that whatever the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) would say was really expedient, but if the Companions did not understand it in time, another thought would have arisen in their hearts. Later they became convinced that what the Holy Prophet said was the truth. Similarly, during the Prophet's time, the Companions differed on many social issues. But this difference was a mercy, which created many conveniences for the Ummah.

Keywords: Islamic law, Qur'an and Sunnah, Holy Prophet (sws).

موضوع تحقیق کا تعارف

اللہ تعالیٰ نے مختلف مصالح کے پیش نظر شریعت کو نازل فرمایا تاکہ ہر زمان و مکان میں انسان خیر سے محروم نہ رہیں۔ بنی نوع انسان کو اُن کی ذات پر اس لیے نہ چھوڑا کہ وہ اپنے امور کی تنظیم اور اپنے جذبات واحساسات کے اختلاف میں کوتاہ نظر تھے۔ اگر یہ ذمہ داری انسان کی اپنی ذات پر ڈال دی جاتی تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا اور انسانی ذہن کے اختراع کردہ نظامہائے وضعی میں اسی یز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ محض اس لیے کہ یہ قوانین انسان کی اختراع ہیں اور انسان اپنی خِلقت کے اعتبار سے کوتاہ واقع ہوا ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے ک انسان جو چیز ااج بناتا ہے وہ نہ دوسرے زمانہ کے لائق ہوتی ہے نہ دوسری جگہ کے موزوں ومناسب۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول، زمان ومکان اور مصالح وفوائد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس لیے اس کی وضع کردہ چیز تغیر و تبدل سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اس سے یہ چیز کھل کر سامنے آتی ہے کہ فکری اختلاف اختلافِ اغراض وطبائع کی وجہ سے ایک فطری امر ہے اور یہی بات لوگوں کی عادات اور رسم ورواج کے فرق واختلاف سے نمایاں ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ انسان کی اپنی بناکردہ کوئی چیز بھی اختلاف سے مبرا نہیں ہے۔ مگر شریعت اسلامیہ اپنے اصولِ عامہ یعنی عقائد، عبادات

اور معاملات کے اعتبار سے اختلاف پاک ہے۔ بظاہر جو اختلاف رونما ہوا وہ مجتہدین کے فکری اختلاف اور نصوص کو واقعات پر منطبق کرنے کی وجہ سے ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کی اقسام و انواع ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے اختلافات کی طرح گوناگوں رنگارنگ ہیں ان میں سماجی و معاشرتی اختلاف بھی ہوئے ہیں، مالی امور پر بھی اختلافات ملتے ہیں، زرعی اور اقتصادی اختلافات کے پیدا کردہ اختلافات بھی ہیں، فوجی اور حربی معاملات میں بھی صحابہ کرام کے باہمی نقطہ نظر اور رویہ کا فرق نظر آتا ہے تجارتی اختلافات کی نوعیت مالک تلفات میں سن رہی ہے سیاسی اور انتظامی امور پر تبادلہ تو افراد صحابہ کے درمیان فکر و نظر کا اختلاف بھی ملتا ہے۔ عام دینی اصطلاحات میں بعض بہت اہم اور دلچسپ ان میں اختلاف ہے اور بعض دوسرے اختلافات بھی ملتے ہیں ان سب کی وجوہات اسباب و عوامل کارفرمائی سے عہد نبوی کی تصویر اختلافات بنتی ہے۔ اس عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین سماجی مسائل میں بھی اختلاف ہوتا رہا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے سماجی اختلافات کو واضح کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر زیر نظر مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین سماجی اختلاف

زمانہ رسالت میں اسلامی قانون کی اساس قرآن وسنت کی شکل میں اللہ تعالی کی وحی تھی۔ شریعت اسلامیہ کے تمام احکام ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوئے بلکہ ضرورت کے مطابق اور مصلحت کے تحت نازل ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے منصبِ رسالت میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے اللہ تعالی کے احکام کی تعبیر و تشریح اور وضاحت فرمائیں۔ جب کسی صحابی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا اور اس کی وضاحت چاہتا تو نبی اکرم ﷺ اس مسئلہ کی وضاحت فرمادیتے اور مشکل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی فرماتے۔ اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حق واضح ہو جاتا اور ان کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ لیکن بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضور ﷺ جو حکم ارشاد فرماتے، حقیقتاً اس میں مصلحت ہی ہوتی تھی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وقتی طور پر اس کی سمجھ نہ آتی تو اُن کے دل میں کوئی اور سوچ پیدا ہو جاتی۔ بعد میں انہیں یقین ہو جاتا تھا کہ جو حضور ﷺ نے فرمایا وہی حق ہے۔ دورِ رسالت میں ہی بہت سارے سماجی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف رہا ہے۔ ذیل میں ان مسائل کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

سنن طعام و مشروب

کھانے پینے سے متعلق کچھ سنتیں ایسی ہیں جن میں دوسری چیزوں کی مانند تنوع نہیں ہے جیسے کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، دونوں ہاتھوں کو دھونا، اپنے سامنے رکابی میں سے لینا، پینے میں تین بار برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا، ان کے علاوہ بہت سی سنتوں میں تنوع پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک صورت سنت ہے اور دو یا دو زیادہ سنتوں میں اختیار کی سہولت ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ

بْنَ أَبِي سَلَمَةَ يَقُولُ كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا غُلَامُ سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ[1]

علی بن عبد اللہ، سفیان، ولید بن کثیر، وہب بن کیسان، عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں اور میرا ہاتھ پیالہ میں چاروں طرف پڑتا تھا تو مجھ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لڑکے! اللہ کا نام لے اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھا اور جو تیرے قریب ہے اس میں سے کھا، میں اس کے بعد اسی طرح ہی کھاتا تھا۔

اسلام میں کھانے پینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے افراد کے عام و خاص مذاق کی رعایت کی ہے اگرچہ تمام پاک چیزیں حلال ہیں جیسے رسول اکرم ﷺ نے گوہ اور بعض دوسرے جانوروں اور پرندوں کا گوشت نہیں کھایا مگر صحابہ میں سے بعض نے کھایا اور بعض نے نہیں کھایا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ سَيْفُ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوذًا قَدْ قَدِمَتْ بِهِ أُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ[2]

محمد بن مقاتل، ابوالحسن، عبد اللہ، یونس، زہری، ابوامامہ بن سہل بن حنیف انصاری، ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جن کو سیف اللہ کہا جاتا تھا روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میمونہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (جو ان کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھی)، ان کے پاس بھنا ہوا سوسمار (گوہ) دیکھا، ان کی بہن حفیدہ بنت حارث نجد سے لے کر آئی تھیں اور ان کے پاس بھیجا تھا، میمونہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے سوسمار پیش کیا اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ اپنا ہاتھ کسی کھانے کی طرف بڑھاتے جب تک کہ آپ سے بیان نہ کر دیا جاتا، یا بتلا نہ دیا جاتا (کہ کیا ہے) چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سوسمار (گوہ) کی طرف بڑھایا جو عورتیں آپ کے سامنے حاضر تھیں، ان میں سے ایک نے آپ کو بتایا کہ حضور یہ تو سوسمار ہے، جو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سوسمار کی طرف سے کھینچ لیا، خالد بن ولید نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا سوسمار حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، لیکن میری طبیعت اس کو ناپسند کرتی ہے، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے اس کو آپ ﷺ کے سامنے سے کھینچ لیا اور میں نے اس کو کھایا حالانکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔

لباس کے اختلافات

سیرت و حدیث دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح کے ملبوسات استعمال فرماتے تھے عمدہ سے عمدہ، چھوٹے موٹے اور سادہ بہترین، صوتی اور کسی حد تک ریشمی، ملکی اور غیر ملکی اور ہر رنگ کے کپڑے شامل تھے صحابہ

کرام کے ملبوسات میں اس سے زیادہ اتنوع ختلاف تھا۔ان کے بیشتر افراد شروع زمانے میں صرف ایک کملی اوڑھ لیتے تھے اس زمانے میں بعض مالدار صحابہ دو دو بلکہ تین تین لباس بیک وقت اور عمدہ قسم کے استعمال کرتے تھے کیونکہ وہ اس کی استطاعت رکھتے تھے کہ اس حوالے میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو خالص ریشمی کپڑے استعمال کرنے کی اجازت دی تھی جو دوسروں کے لئے بقدر کفاف ہی جائز تھی ان تمام چیزوں میں عام مذاق عرب کے علاوہ اسلامی معیار نظافت اور مالی حیثیت واستطاعت کی رعایت کی گئی تھی صحابہ کرام کے اپنے زمانہ خیر میں ہی ملبوسات کے بارے میں اختلافات کا ذکر ملتا ہے۔

ریشمی لباس

ریشمی لباس پہننے کی آپ ﷺ نے اپنے کچھ صحابہ اکرام کسی حد تک اجازت صادر فرمائی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ اکرام نے ریشمی ملبوسات کی سخت مخالفت بھی کی ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آتا ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةَ سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ تُبَاعُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ جَاءَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدَ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخًا لَهُ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ[3]

عبداللہ بن مسلمہ، مالک، نافع، عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے ایک ریشمی جوڑا مسجد کے دروازہ پر فروخت ہوتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ کاش آپ ﷺ یہ خرید لیتے اور اسے جمعہ کے روز اور وفود سے ملاقات کے وقت پہنتے جب وہ آپ کے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک یہ (ریشم) وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوتا پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس اسی قسم کے چند جوڑے آئے تو ان میں سے ایک آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ یہ مجھے پہنا رہے ہیں اور بیشک آپ عطارد (نامی شخص) کے جوڑے کے بارے میں کہہ چکے ہیں (کہ وہ شخص اسے پہنے گا جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں یہ اس لئے نہیں دیا کہ اسے تم پہنو پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے وہ جوڑا اپنے ایک بھائی کو جو مشرک تھا، پہنا دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی قصہ منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ استبرق کا جوڑا تھا اور پھر اسی میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیباج کا ایک جبہ بھیجا اور فرمایا کہ اسے فروخت کر کے اپنی ضرورت

پوری کرو۔ ایک اور جگہ آتا ہے

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ شَكَيَا الْقَمْلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ لَهُمَا فَرَخَّصَ لَهُمَا فِي قُمُصِ الْحَرِيرِ قَالَ وَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ[4]

محمود بن غیلان، عبدالصمد بن عبدالوارث، ہمام، قتادہ، انس، عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام نے ایک جنگ کے دوران رسول اللہ ﷺ سے جوئیں پڑنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں کو یہ کرتے پہنے ہوئے دیکھا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

رنگ لباس پر اختلاف

حبرہ نامی یمنی چادریں اور دوسرے ملبوسات تھے جو رسول اکرم ﷺ کو بہت زیادہ پسند تھے صحابہ کرام بھی ان کو استعمال کرتے تھے ان چادروں میں جو رنگ بھی یا تانا بانا استعمال کیا جاتا تھا وہ بعض مویشیوں کے پیشاب سے رنگا جاتا تھا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے استعمال پر پابندی عائد کرنی چاہیے مگر حضرت ابی بن کعب جیسے صحابہ کرام نے اس سے اختلاف کیا کہ ہم ان کو عہد نبوی سے پہنتے چلے آرہے ہیں اب ان پر پابندی کیوں کر ممکن ہے تو حضرت عمر نے اس سے اتفاق کیا محدثین کرام نے اس رنگ پیشاب کی فقہی توجیہ بھی کی ہے اور بخاری میں اور اس کی شرح فتح الباری میں دلچسپ بحث ملتی ہیں

آداب مجلس

رسول اکرم ﷺ اپنی مجلس میں پانی دودھ یا کسی اور مشروب کے پیالے کی گردش کا اصول رکھتے تھے کہ خود نوش فرمانے کے بعد اپنی داہنی جانب اپنے صحابہ اکرام میں اسے گردش دیتے جو ہلکا کی صورت میں بیٹھے ہوئے صحابہ کے درمیان چلتا رہتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا تھا یہ دراصل سنت یمن کا معاملہ تھا بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ کے دائیں طرف کوئی نوجوان صحابی یا کوئی اعرابی ہوتے تھے اور بائیں طرف حضرت ابو بکر صدیق جیسے شیوخ واکابر۔ اصحاب الیمین صحابہ کرام کے کسی طرح بھی اپنا حق نہ چھوڑتے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ وسلم کے مشورے یا بعض اکابر کے عندیہ کے باوجود پیالے کی گردش پر اصرار کرتے اور رسول اکرم ﷺ اسے تسلیم کرتے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا وَأَتَى دَارَهُ فَحَلَبْتُ شَاةً فَشُبْتُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْبِئْرِ فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ[5]

عبدان، عبداللہ بن یونس، زہری، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پیتے ہوئے دیکھا اور آپ میرے گھر تشریف لائے، تو میں نے بکری کا دودھ دوہا اور کنویں سے میں نے پانی نبی ﷺ کے لئے ملایا، پھر پیالہ آپ نے لے لیا اور نوش فرمایا: بائیں طرف ابو بکر اور دائیں طرف ایک اعرابی تھا، آپ نے اعرابی کو اپنا بچا ہوا جھوٹا دے دیا، پھر فرمایا کہ پہلے دائیں اور پھر اس کے دائیں والے کا حق ہے۔

ایک اور جگہ پر فرمایا

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ الْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ[6]

ہشام بن عمار، مالک بن انس، زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پانی ملا ہوا دودھ آیا۔ آپ ﷺ کے دائیں جانب ایک دیہاتی بیٹھا تھا اور بائیں جانب ابو بکر۔ آپ ﷺ نے (دودھ) پینے کے بعد دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا پہلے دائیں طرف والے کو دینا چاہیے اور فرمایا پہلے دائیں طرف والے کو دینا چاہیے اور اسے بھی اپنے دائیں طرف والے کو ہی دینا چاہیے۔

ایک اور جگہ پر الفاظ اس طرح ہیں

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ سَمِعَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَأَنَا ابْنُ عَشْرٍ وَمَاتَ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِينَ وَكُنَّ أُمَّهَاتِي تَحُثُّنِي عَلَى خِدْمَتِهِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا فَحَلَبْنَا لَهُ مِنْ شَاةٍ دَاجِنٍ وَشِيبَ لَهُ مِنْ بِئْرٍ فِي الدَّارِ وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ وَعُمَرُ نَاحِيَةً فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ فَنَاوَلَ الْأَعْرَابِيَّ[7]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا، جب دنیا سے رخصت ہوئے تو میں بیس سال کا تھا، میری والدہ مجھے نبی ﷺ کی خدمت کی ترغیب دیا کرتی تھیں، ایک مرتبہ نبی ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے ایک پالتو بکری کا دودھ دوہا اور گھر کے کنوئیں میں پانی لے کر اس میں ملایا اور نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، نبی ﷺ کی دائیں جانب ایک دیہاتی تھا اور بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک کونے میں تھے، نبی ﷺ جب اسے نوش فرما چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ ابو بکر کو دے دیجئے، لیکن نبی ﷺ نے دودھ کا وہ برتن دیہاتی کو دے دیا اور فرمایا پہلے دائیں ہاتھ والے کو، پھر اس کے بعد والے کو۔

نکاح وطلاق

سماجی زندگی میں بالخصوص خاندانی نظام معاشرت میں نکاح وطلاق کے امور معاملات پر زیادہ اختلافات ہوتے ہیں اس میں صرف

زوجین (میاں بیوی) کے دو فریقین ہی شامل و متاثر نہیں ہوتے بلکہ والدین اور دو خاندانوں کے ساتھ سماج کا ایک بڑا طبقہ بھی فریق بن جاتا ہے۔ شادی بیاہ والدین یا ولی حضرات کا فرئضہ بھی ہے۔ اور سماجی وطیرہ بھی، زوجین کی زندگی کا پر مسرت طریقہ بھی۔ اس کے لئے لڑکی اور لڑکے کی مرضی پسند و ناپسند اور ذہنی، سماجی اور جمالی مفاہمت ضروری ہوتی ہے اور ان کے خاندانوں کے اکابر کی پسند و ناپسند بھی ضروری ہوتی ہے۔ ازدواجی تعلقات کے آغاز سے پہلے جس طرح بعض عوامل کار گزاری کرتے ہیں اسی طرح کے زمانے میں بھی کارفرمائی کرتے ہیں ہیں ان کی کار گزاری مثبت خطوط پر چلتی ہے تو فریقین کے روابط و شگفتہ رہتے ہیں تعلقات میں خلل پڑھتے ہیں زندگی میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے اس صورت میں یا تو زہر حیات پی پی کر گزارا کر لیا جاتا ہے جو اسلامی اقدار نکاح کے منافی ہے یا ان کا توڑ دیا جاتا ہے جو شریعت میں مبغوض ترین یعنی سخت ناپسندیدہ ہے۔ عہد نبوی کے بشری معاشرے میں یہ ازدواجی اختلافات ہر طبقہ اور ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں ہیں دام نے رسالت پر بھی اس کے چھینٹے پڑے صحابہ و صحابیات کے ازدواجی اختلافات نے اور وسیع تر اور موثر تر منظر نامہ پیش کیا جس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

خواتین کے جبری نکاح

لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیاں بالخصوص روایتی معاشروں کی بچیاں مختلف قسم کے جبر و دباؤ کا شکار بنتی ہیں۔ والد یا دوسرا کوئی ولی نکاح ان کی پسند و ناپسند کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ بے زبان اپنی پسند کا اظہار نہیں کر پاتی اور ناپسندیدہ اشخاص کے پلے باندھ دی جاتی ہیں۔ اسلامی اقدار نکاح اور رسول اکرم ﷺ کی بے کراں نہروں محبت اور بے پناہ تہذیب انسانیت کی فطرت نے ان عورتوں کو بھی اپنی بات کہنے کا یارا بخش دیا تھا لہذا متعدد بچیوں لڑکیوں کی بڑی عمر کی عورتوں کی ناپسندیدہ نکاح فسخ کئے گئے اور پسندیدہ استعمال کئے گئے اور ایسا دلامون کافی اختلاف و انتشار کے بعد ہی ہو سکا۔ احادیث میں اس طرح کے کافی واقعات ملتے ہیں۔

حضرت خدام بن ودیعہ اوسی رضی اللہ عنہ، جو ابو ودیعہ انصاری کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، اپنی پکی عمر (ثیب) دختر حضرت خنساء کا نکاح ان کی مرضی کے خلاف کر دیا تھا رسول اکرم ﷺ نے ان کی فریاد پر اس نکاح کو فسخ کر دیا اور ان کی پسندیدہ شادی کرادی۔ حضرت خنساء بیوہ تھیں اور اپنے ایک چچا زاد سے شادی کی خواہشمند تھیں ان پر جبر کو پسند نہ کیا اور حضرت ابو لبابہ سے ان کی شادی کر دی۔[8] اسی طرح کا ایک اور واقعہ میں احادیث اور تاریخ کی کتابوں سے ملتا ہے کہ حضرت علامہ بن مظعون قدیم صحابہ اور اکابر امت میں سے تھے انہوں نے اپنی بھتیجی حضرت زینب بنت عثمان بن مظعون کی شادی ان کے والد ماجد کی شہادت کے بعد ایک شخص سے کر دی جو حضرت زینب اور ان کی ماں دونوں کو ناپسند تھی۔ ماں کے کہنے پر حضرت زینب نے عدالت سے رجوع کیا اور ماں نے بھی فریاد کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح مسترد کر کے ان کی مرضی سے مغیرہ بن شعبہ ثقفی

سے ان کا نکاح کر دیا اس نکاح کے بارے میں سماجی اختلاف کا ایک اور پہلو بھی اہم ہے ولی نکاح عم مکرم نے پہلا نکاح لڑکی کے عزیز حضرت عبداللہ بن عمر کے مشورے سے کیا تھا حضرت مغیرہ بھی اس نکاح کے خلاف تھے اور لڑکی والوں کو زیادہ رقم مہر دینے کا وعدہ کر چکے تھے۔ لہذا وہ اول نکاح لڑکی اور ان کی ماں کو ناپسندیدہ لگا۔[9]

تخییر کا حق

ایک اسلامی اور فقہی حکم یہ ہے کہ نابالغی میں والد اپنی لڑکی کی شادی کر سکتا ہے اور وہ بعض فقہاء کے مطابق کے بعد لڑکی فسخ نہیں کر سکتی لیکن میں اس کے خلاف بھی مثالیں ملتی ہیں ہیں اکرم ﷺ نے بہر حال کنواری، نابالغ لڑکی، اور باندی دونوں کو بالترتیب نابالغی اور غلامی کے زمانے میں میں ولی کے نکاح کو فسخ کرنے کا حق یا حق تخییر دیا ہے۔ یعنی بالغ یا آزاد ہوتے ہی اس نکاح کو باقی بھی رکھ سکتی ہے اور اگر چاہے تو فسخ بھی کر سکتی ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِيهِ فَإِنَّهُ أَبُو وَلَدِكِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَأْمُرُنِي قَالَ إِنَّمَا أَنَا شَفِيعٌ قَالَتْ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ[10]

محمد بن بشار، عبدالوہاب، خالد، عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بریرہ کا شوہر غلام تھا ان کا نام مغیث تھا۔ ایسا لگ رہا ہے کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں وہ ان کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا اور وہ آنسو سے روتا جاتا تھا اور اس کی ڈاڑھی پر آنسو جاری تھے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت عباس سے فرمایا اے عباس تم تعجب نہیں کرتے مغیث کی محبت پر جو کہ حضرت بریرہ کے ساتھ ہے اور حضرت بریرہ کی (شوہر سے) نفرت کرنے پر جو کہ حضرت مغیث کے ساتھ ہے پھر آپ ﷺ نے حضرت بریرہ سے فرمایا اگر تم پھر مغیث کے پاس چلی جاؤ (تو ٹھیک ہے) وہ تمہارے بچے کے باپ ہیں۔ اس پر حضرت بریرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ مجھ کو حکم فرما رہے ہیں تو مجھ کو یہ حکم لازما تسلیم کرنا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو سفارش کر رہا ہوں۔ حضرت بریرہ نے عرض کیا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالی عنہا نے نے اپنی غلامی میں حضرت مغیث سے کیے گئے نکاح کو اسی حق تخییر کے تحت فسخ کیا تھا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اس نکاح کے فسخ کے سلسلے میں سماجی اختلاف کی جہات اور معاشرتی ارتباط کی کہیں ابعاد کا ذکر ملتا ہے جیسے:

1. حضرت مغیث کی عاشقانہ تڑپ اور نکاح باقی رکھنے کی مسلسل التجا۔
2. متعدد صحابہ کرام کی حضرت مغیث سے ہمدردی اور ان کے نکاح کو باقی رکھنے کی انتہائی کوششیں۔

3. صحابہ کرام کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت مغیث کی حالت زار کی بنا پر سفارش۔

4. رسول اکرم ﷺ کی حضرت بریرہ سے سفارش خاص۔

5. حضرت بریرہ کا مشورہ نبوی اور سفارش محمدی کو تسلیم کرنے سے انکار۔

یہ سب کچھ اسی حق کے تخیر کے استعمال کے سبب ہوا تھا۔

طلاق وخلع کا حق

اگرچہ اوپر کے واقعات میں ان دونوں صورتوں کا ذکر ملتا ہے مگر مضمر طور سے لہذا عورتوں کے طلاق حاصل کرنے یا خلاف آنے کے حق کا ذکر کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ شادی شدہ خواتین ازدواجی مکروہات اور سماجی اختلافات کی صورت میں ہی اس ناگزیر حل کو تلاش کرتی تھی

حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ جَمِيلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلْ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً-[11]

ازہر بن جمیل، عبدالوہاب ثقفی، خالد، عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس سے کسی بری عادت یا دینداری کی وجہ سے ناراض نہیں ہوں، لیکن میں حالت اسلام میں ناشکری نہیں کرنا چاہتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کا باغ اس کو واپس کرنے کو تیار ہے، اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے ثابت بن قیس سے فرمایا کہ اس کا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔

حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَمِيلَةَ بِنْتَ سَلُولَ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ وَاللَّهِ مَا أَعْتِبُ عَلَى ثَابِتٍ فِي دِينٍ وَلَا خُلُقٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ لَا أُطِيقُهُ بُغْضًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا حَدِيقَتَهُ وَلَا يَزْدَادَ-[12]

ازہر بن مروان، عبدالاعلی بن عبدالاعلی، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمیلہ بنت سلول نبی کے پاس آئی اور کہا اللہ کی قسم! میں ثابت پر کسی دین یا خلق کی براء سے غصہ نہیں ہوں لیکن میں سخت قباحت محسوس کرتی ہوں کہ مسلمان ہو کر شوہر کی ناشکری کروں میں کیا کروں؟ وہ مجھے ہر حال میں ناپسند ہیں۔ تب آپ نے فرمایا تو اس کا دیا ہوا باغ واپس کر دے گی؟ بولی جی ہاں پھیر دونگی۔ آخر آپ نے ثابت کو حکم دیا کہ عورت سے (فقط) اپنا باغ لیں زائد ہرگز نہ لیں۔

زوجین میں مفاہمت

شوہر اور بیوی میں سماجی اختلاف پھر آپس میں مفاہمت ایک معاشرے کا حسن ہے۔ عورت کو مرد کے ماتحت رہ کر زندگی گزارنے کے احکامات ہیں تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے احکامات دیے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِه وَحَكَمًا مِّنْ اَهلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا۔[13]

اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان افتراق کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے متعلقین میں سے اور ایک حکم عورت کے متعلقین میں سے مقرر کرو۔ اگر دونوں صلح کرا دینا چاہیں گے تو اللہ دونوں (زوجین) کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔

عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے بارے نبی اکرم ﷺ کے احکامات بھی واضح ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے ان کو اللہ کی امان میں حاصل کیا ہے اور اللہ کی اجازت سے ان کے جسموں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اس شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اس طرح مارو کہ چوٹ کا نشان نہ پڑے اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کو دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا دو۔[14]

حضرت عبداللہ بن زیاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مارا نہ کرو، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ بد خلقی اور بدزبانی کرتی ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مارنے کی اجازت دی پھر بہت ساری عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر جا کر اپنے خاوندوں کی شکایت کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا آل محمد ﷺ کے پاس آکر بہت ساری عورتوں نے اپنے خاوندوں کی شکایت کی ہے اور یہ لوگ تمہارے اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔[15]

قاضی ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت یہ ہے کہ یہ دونوں شخص حاکم ہیں اور جب یہ دونوں شخص زوجین کے درمیان تفریق کر دیں تو تفریق واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ نکاح سے مقصود الفت اور حسن معاشرت ہے اور وہ ان کے نزدیک نہیں پائی گئی (الی قولہ) ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اگر خاوند کی جانب سے زیادتی پائی گئی تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور اگر

عورت کی جانب سے زیادتی پائی گئی تو ہم عورت کو مرد کا تابع کریں گے اور اگر دونوں کی جانب سے زیادتی پائی گئی تو بھی ان میں تفریق کر دی جائے گی اور مرد کو بعض مہر ادا کرنا ہوگا نہ کہ پورا۔[16]

امام عبدالرزاق بن ھمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت حاضر تھا جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایک عورت اور اس کا خاوند آئے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت تھی ان لوگوں نے عورت کی طرف سے بھی ایک حاکم پیش کیا اور مرد کی طرف سے بھی ایک حاکم پیش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حاکموں سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تم دونوں پر کیا فرض ہے؟ اگر تمہاری رائے میں ان دونوں میں تفریق ہونی چاہئے تو تم ان میں تفریق کر دو اور اگر تمہاری رائے میں ان کو اکٹھا ہونا چاہئے تو تم ان کو اکٹھا کر دو خاوند نے کہا رہی فرقت تو میں اس کو اجازت نہیں دیتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا بخدا تم یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤ گے جب تک تم اپنے متعلق کتاب اللہ سے راضی نہ ہو جاؤ وہ تمہارے حق میں ہو یا تمہارے خلاف، عورت نے کہا میں اپنے متعلق کتاب اللہ سے راضی ہوں خواہ وہ میرے حق میں ہو یا میرے خلاف۔[17]

پیغام ونسبت نکاح

پیغام نسبت و نکاح میں ایک دلچسپ معنی خیز اور نکتہ آفرین معاملہ حضرت حفصہ کے نکاح ثانی کا ہے ان کے شوہر اوّل حضرت قیس بن حذافہ سہمی غزوہ بدر کے بعد وفات پا جانے کی وجہ سے حضرت عمر کو حضرت حفصہ کی دوسری شادی کی بہت فکر تھی۔ حضرت عمر نے پہلے حضرت عثمان سے نکاح کرنے کی تجویز رکھی جس پر حضرت عثمان نے غور کرنے کا وعدہ کیا مگر ایک مدت گزر گئی اور جواب نہ آیا تب حضرت عمر نے حضرت ابو بکر صدیق کے سامنے ان سے نکاح کی تجویز رکھی وہ بھی بالکل خاموش رہے دونوں مواقع پر حضرت عمر کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے ان سے اختلاف بھی کیا۔ کچھ دنوں بعد رسول اکرم ﷺ نے خود حضرت حفصہ کے لئے پیغام دیا اور حضرت عمر نے آپ ﷺ سے ان کا نکاح کر دیا جو ان کے لئے باعث سعادت تھا حضرت ابو بکر صدیق نے بعد میں حضرت عمر سے اپنے موقف کی وضاحت کی وہ ارادہ نبوی سے واقف تھے لہذا خاموش رہے کہ جواب دیتے تو راز نبوی پاس ہو جاتا ورنہ مداخلت کا الزام لگتا حضرت عمر کی خفگی دور ہو گی۔[18]

میں حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک حدیث منقول ہے جو انہوں نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے: حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کو حفصہ کے لیے پیغام دیا۔ میں نے کہا اگر تم چاہو تو حفصہ بنت عمر کا تم سے نکاح کر دو تو انہوں نے جواب دیا میں اس معاملے میں غور کروں گا میں چند روز انتظار کرتا رہا ایک دن وہ ملے اور کہا میری رائے یہ قرار پائی ہے کہ ابھی شادی نہ کروں۔ اب میں ابو بکر سے ملا اور کہا اگر تم چاہو تو تم سے حفصہ بنت عمر کا نکاح کر دوں تو ابو بکر خاموش رہے ہے اور

مجھے کچھ جواب نہ دیا جتنا غصہ آسمان پر آیا تھا اس سے زیادہ مجھے ان پر آیا میں چند روز ٹھہرا رہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہ کا پیغام بھیجا اور میں نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا اب ابو بکر میرے پاس آئے اور کہا تم نے حفصہ کا مجھے پیغام دیا اور میں نے کچھ جواب نہیں دیا تھا اس سے تم مجھ سے ناخوش ہوئے ہوگے۔ میں نے کہا ہاں بولے مجھے تمہارے پیغام کا جواب دینے میں صرف یہ چیز مانع تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا حفصہ سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کا راز فاش کرنا مناسب نہیں سمجھا اگر وہ خیال ترک کر دیتے تو میں نکاح کے لئے تیار ہو جاتا۔[19]

واقعہ ظہار

حضرت خولہ حضرت اوس بن صامت کی بیوی تھی اور پوری زندگی بڑھاپے تک شوہر کی خدمت میں گزار دی تھی حضرت اوس بن صامت نے ان کو براہ راست طلاق نہیں دی بلکہ ظہار کے طریقے کے مطابق ان سے علیحدگی اختیار کرنی چاہی۔ حضرت خولہ نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کی شکایت کی اور ان کے ظہار کا مداوا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے قرآن کے مطابق کفارہ ظہار ادا کر کے بیوی کو ساتھ رکھنے پر مجبور کیا۔اس طرح نہ صرف اختلاف زوجین کو ختم کیا بلکہ زوجہ کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور احسان وعدل کا اسلامی معیار قائم کیا۔

قرآن پاک میں اس کا ذکر آیا ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ-[20]

بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

حضرت خولۃ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی، وہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ان کا جسم بہت حسین تھا اور ان کے شوہر بہت شہوت اور بہت غصے والے تھے۔انہوں نے ان کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے بلایا، حضرت خولہ نے انکار کیا۔انہوں نے کہا: تمہاری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے، پھر وہ اپنے قول پر نادم ہوئے اور زمانہ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار طلاق شمار ہوتا تھا۔ حضرت اوس نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ طلاق نہیں ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں۔اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اپنے سر کی ایک جانب دھو رہی تھیں۔ حضرت خولہ نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت نے مجھ سے شادی کی تھی، اس وقت میں جوان، مالدار، خوشحال اور رشتہ داروں والی تھی، حتیٰ کہ جب حضرت اوس نے میرا مال کھالیا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے رشتہ دار بکھر گئے اور میری عمر زیادہ ہو گئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا اور اب وہ نادم ہیں، کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ اور میں پھر سے جمع ہو جائیں اور وہ مجھ سے اپنی خواہش پوری کر سکیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: یا رسول اللہ ! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا اور وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: پھر میں اللہ سے اپنے فقر و فاقہ اور تنہائی کا ذکر کرتی ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: میرا یہی گمان ہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو اور تمہارے معاملہ میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ وہ بار بار رسول اللہ ﷺ سے اپنا مدعا عرض کرتی رہی اور رسول اللہ ﷺ اس سے یہی فرماتے رہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ اس نے کہا: میں اللہ سے اپنے فاقہ اور اپنی پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں یہ بچے حضرت اوس کو دے دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر میں ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو یہ بھوکے رہیں گے، پھر حضرت خولہ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگیں: اے اللہ ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں، اے اللہ ! تو اپنے نبی کی زبان پر میری کشادگی کا حکم نازل فرما، اور یہ اسلام میں پہلا ظہار کا واقعہ تھا۔ پھر حضرل عائشہ کھڑی ہو کر اپنے سر کی دوسری جانب دھونے لگیں۔ حضرت خولہ نے کہا: اے اللہ کے نبی ! میرے معاملہ میں غور فرمائیں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ حضرت عائشہ نے کہا: اپنی بات مختصر کرو اور زیادہ بحث نہ کرو۔ کیا تم دیکھ نہیں رہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی کیا کیفیت ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہو چکی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے خاوند کو بلاؤ۔ جب وہ اس کو بلا لائی تو آپ نے اس کے سامنے "قد سمع اللہ قول التی تجادلک،، الایات پڑھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ بے شک وہ عورت رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کر رہی تھی اور میں گھر کی ایک جانب ان کی کچھ باتیں سن رہی تھی اور بعض باتیں مجھ سے مخفی رہیں۔[21] ان چند واقعات سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیے آئے کہ باہم ان کے دل صاف نہ تھے جہاں چند آدمی ایک جگہ رہتے ہیں ان میں کیسی ہیں موافقت اور میل ملاپ ہو، ناممکن ہے کہ کبھی کبھی حقیقت میں یا غلط فہمی سے وقتی اور اور فوری پیدا نہ ہو خاص کر جہاں عورتوں کا مجمع ہو اور وہ بھی سوکنوں کا وہاں مختلف واقعات پر کبھی کبھی ناگواری کا پیدا ہونا عورت کی جنسی فطرت ہے۔ اور یہ جنسی فطرت سماجی اختلاف کا سبب بھی بنتا ہے۔ فیض صحبت انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے لیکن اس کی فطرت کو نہیں بدلتا کتا عورت کی طبعی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کی محبت میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو یہاں یہی چیز مفقود تھی کہ ایک ہی شمع کی سب پروانہ تھیں۔ تاہم محبت کا ایک ہی چراغ سب کے سینوں میں چل رہا تھا۔ پھر بھی اتفاقی اور فوری جذبات کو چھوڑ کر تمام سوالوں میں لطف و مدارت کی بہتر سے بہتر مثال قائم تھی۔

خلاصہ بحث

زمانہ رسالت میں اسلامی قانون کی اساس قرآن وسنت کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی وحی تھی۔ شریعت اسلامیہ کے تمام احکام ایک ہی مرتبہ نازل

نہیں ہوئے بلکہ ضرورت کے مطابق اور مصلحت کے تحت نازل ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے منصبِ رسالت میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعبیر و تشریح اور وضاحت فرمائیں۔ جب کسی صحابی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا اور اس کی وضاحت چاہتا تو نبی اکرم ﷺ اس مسئلہ کی وضاحت فرمادیتے اور مشکل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی فرماتے۔ اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حق واضح ہو جاتا اور ان کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ لیکن بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضور ﷺ جو حکم ارشاد فرماتے، حقیقتاً اس میں مصلحت ہی ہوتی تھی لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وقتی طور پر اس کی سمجھ نہ آتی تو اُن کے دل میں کوئی اور سوچ پیدا ہو جاتی۔ بعد میں انہیں یقین ہو جاتا تھا کہ جو حضور ﷺ نے فرمایا وہی حق ہے۔ اسی طرح دورِ رسالت میں کئی معاشرتی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں بھی اختلاف رہا ہے۔ لیکن یہ اختلاف رحمت تھا، جس کی وجہ سے امت کے لیے بہت ساری آسانیاں پیدا ہوئیں۔

حوالہ جات

---

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمة، باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین، حدیث: ۲۰۵۶

[2] ۔البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمة، باب ماکان النبی ﷺ لا یاکل حتی یسمی لہ فیعلم ماھو، حدیث: ۵۳۹۱

[3] السجستانی، سلیمان بن اشعث، السنن، حدیث: ۶۵۰

[4] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، حدیث: ۱۷۹۲

[5] البخاری، الجامع الصحیح، حدیث: 590

[6] القزوینی، السنن، حدیث: 306

[7] احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث: 1074

[8] البخاری، الجامع الصحیح،، حدیث: 5138

[9] دار قطنی، السنن، ج: ۳، ص: ۲۳۰

[10] النسائی، السنن، حدیث: 1726

[11] البخاری، الجامع الصحیح، حدیث: 260

[12] ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن، کتاب الطلاق، باب المختلعة تاخذ ما اعطاہا، حدیث: ۲۰۵۶

[13] سورت النساء ۴: ۳۵

[14] القشیری، الجامع الصحیح، حدیث: ۱۲۱۸

[15] السجستانی، السنن، حدیث: ٢١٤٦

[16] ابن عربی، احکام القرآن، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ، ج: ۱، ص: ۵۴۱

[17] ابن ہمام، عبدالرزاق، المنصف، حدیث: ۱۱۸۸۳

[18] علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ ج: ۲، ص: ۴۸۵

[19] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی

[20] سورۃ المجادلہ ۲۸:۱

[21] احمد بن حنبل، مسند احمد، ج: ۶، ص: ۴۱۰

References

1. Al-Bukhaari, Muhammad bin Isma'il, Al-Jami al-Sahih, Kitab al-Atama, Bab al-Tasmiyyah Ali al-Ta'aam wa'l-Balimin, Hadith: 2056
2. Al-Bukhaari, Al-Jami al-Sahih, Kitab al-Ata'ma, Bab Ma'kan al-Nabi (peace and blessings of Allaah be upon him)
3. Al-Sajistani, Suleiman ibn Ash'ath, al-Sunan, Hadith: 650
4. Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Al-Jami, Hadith: 1792
5. Al-Bukhaari, al-Jami al-Sahih, Hadith: 590
6. Al-Qazvini, al-Sunan, Hadith: 306
7. Ahmad ibn Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 1074
8. Al-Bukhaari, Al-Jami al-Sahih, Hadith: 5138
9. Dar al-Qatni, al-Sunan, vol. 3, p. 230
10. Al-Nasaa'i,Al-Sunan, Hadith: 1726
11. Al-Bukhaari, al-Jami al-Sahih, Hadith: 260
12. Ibn Majah, Muhammad bin Yazid al-Qazvini, al-Sunan, Kitab al-Talaaq, Bab al-Makhta'ah taakhz ma'ataha, Hadith: 2056
13. Surah Al-Nissa 35:4
14. Al-Qashiri, Al-Jami al-Sahih, Hadith: 1218
15. Al-Jistani,Al-Sunan, Hadith: 2146
16. IbnArabi, Al-Awdhikaral-Qur'an, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, vol. 1, p. 541.
17. IbnHamam, 'Abd al-Razzaq,Al-Mansif, Hadith: 11883
18. Allama Shibli Nomani, Sirat-un-Nabi vol. 2, p. 485
19. Al-Bukhaari, al-Jami al-Sahih, Kitab al-Maghazi
20. Surah Al-Majadalah 1:28
21. Ahmad ibn Hanbal, Musnad Ahmad, vol. 6, p. 410